Gohar-e-Tahqeeq
HEC "Y" Category
ISSN E: 2957-9155/ ISSN P: 2958-0935
Vol. 05, Issue. 01, June 2026
Page. 75-93

ڈاکٹر محمد عبیداللہ

اسسٹنٹ پروفیسر، دی اسلامیہ یونی ورسٹی بہاول پور

یاسر عباس فراز

پی ایچ ڈی، سکالر، دی اسلامیہ یونی ورسٹی بہاول پور

ہیبرماس کا "نظریہ ابلاغی عمل" اور چند اطلاقی مثالیں

Jürgen Habermas's "Theory of Communicative Action" and Some Applied Examples

Abstract

This article examines Jürgen Habermas's theory of Communicative Action and explores its application within literary studies, particularly in the context of Urdu poetry. The first section provides a detailed explanation of Habermas's Theory of Communicative Action, focusing on key concepts such as communicative rationality, mutual understanding, validity claims, discourse ethics, and non-coercive communication. The discussion situates Habermas's theory within the broader debates of modernity and postmodernity, highlighting his defense of modernity as an unfinished project and his critique of postmodern skepticism, decentralization, and the rejection of grand narratives. The second section applies the Theory of Communicative Action to selected couplets from six major Pakistani Urdu poets: Faiz Ahmed Faiz, Ahmad Nadeem Qasmi, Iftikhar Arif, Mohsin Naqvi, Ahmad Faraz, and Daniyal Tareer. Each poetic example is analyzed to demonstrate how the ghazal functions as a form of communicative practice, articulating dialogue between the individual and society, self and collective, and power and resistance. The analysis shows that Urdu ghazal is not merely an aesthetic expression but an active communicative process that invites readers into ethical reflection, social critique, and shared understanding. The article concludes that Habermas's Theory of Communicative Action offers a productive theoretical framework for interpreting Pakistani Urdu ghazal, enabling a meaningful dialogue between modern and postmodern critical discourses and expanding the possibilities of literary theory within Urdu studies.

Keywords: Communicative Action, Jürgen Habermas , System, Life world, Validity claims, Rationality, Modernism, Postmodernism and dialogue.

Gohar-e-Tahqeeq
HEC "Y" Category
ISSN E: 2957-9155/ ISSN P: 2958-0935
Vol. 05, Issue. 01, June 2026
Page. 75-93

ادبی تنقید اور تھیوری میں بنیادی سوال ہمیشہ سے "متن کی تفہیم "کا رہا ہے کہ ایک قاری کس طرح کسی شعری یا نثری بیان کے معنی تک رسائی حاصل کرتا ہے۔ اردو ادب کی تاریخ میں، معنی اور تفہیم کی بنیادوں پر تسلسل کے ساتھ بحث ہوتی رہی ہے۔ ابتدا میں، ادب کو اصلاحی اور نیچرل تناظرات میں جانچا گیا جہاں تفہیم کا معیار یہ تھا کہ متن کتنی معروضی سچائی (Objective Truth) بیان کرتا ہے۔ اس کے بعد، ترقی پسند تحریک نے تفہیم کو ایک اخلاقی ذمہ داری سے جوڑ دیا، جس میں متن کی درستی کا معیار طبقاتی انصاف اور سماجی مقصدیت پر مبنی تھا۔ تاہم، انیسویں صدی کے وسط کے بعد جب جدیدیت نے عروج پایا، تو تفہیم کا مرکز متن سے ہٹ کر فرد کی داخلی صداقت اور لسانی پیچیدگی کی طرف منتقل ہو گیا، جس سے معنی کو واحد اور مستند قرار دینے کا چلن کمزور پڑ گیا۔ اس تنقیدی الجھن میں مزید اضافہ مابعد جدیدیت (Postmodernism) نے کیا، جس نے تمام بڑے بیانیوں اور معنی کی قطعی تفہیم کو رد کر دیا، اور متن کو ایک ایسی کثیر المعنی ساخت (Pluralistic Structure) بنا دیا جہاں کوئی بھی تفہیم حتمی نہیں۔

اس مسلسل فکری ارتقاء اور تفہیم کی بنیادوں پر اختلاف نے ادبی متن کے تجزیہ کے لیے ایک ایسے فلسفیانہ اور منظم ڈھانچے کی ضرورت کو جنم دیا جو معنی کی تشکیل میں سچائی، معیار، اور اخلاص کے ان تمام دعوؤں کا احاطہ کر سکے۔ جدیدیت (Modernism) کی عقلیت پسندی، جسے ہیبر ماس آلاتی عقلیت (Instrumental Rationality) یا Zweckrationalität کا نام دیتے ہیں کا اصل نقص یہ تھا کہ اس نے مقصد اور قدر کی بجائے صرف وسیلے اور کارکردگی پر توجہ مرکوز کی۔

> "The concept of communicative rationality is opposed to the paradigm of the philosophy of consciousness and the paradigm of instrumental action, in which rational action is understood as the purposive-rational manipulation of means for attaining ends."(1)

ہیبر ماس کہتا ہے کہ اس آلاتی عقلیت نے زندگی کے سماجی، اخلاقی اور جمالیاتی پہلوؤں کو معروضی، سائنسی اور تکنیکی اصولوں پر پرکھنا شروع کر دیا۔ متن کی تفہیم کو اس سے یہ نقصان پہنچا کہ فن اور ادب کو بھی صنعتی پیداوار کی طرح ایک واحد، طے شدہ اور افادی معنی (Fixed, Utilitarian Meaning) کا حامل سمجھا جانے لگا، جس سے تخلیق کی کثیر المعنویت (Plurality of Meanings) اور اس کا اخلاقی کردار (Moral Role) ختم ہو گیا۔ اس صورتحال کے ردِ عمل میں مابعد جدیدیت (Postmodernism) نے اپنا کردار ادا کیا؛ اس نے

Gohar-e-Tahqeq
HEC "Y" Category
ISSN E: 2957-9155/ ISSN P: 2958-0935
Vol. 05, Issue. 01, June 2026
Page. 75-93

سچائی، معیار اور مقصدیت کے تمام عظیم بیانیوں (Grand Narratives) کو منہدم کر کے متن کو ان آلاتی عقلی قید سے آزاد کر دیا، جس سے معنیاتی کثرت (Semantic Pluralism) کو جگہ ملی۔

> A word coined by the French philosopher Jacques Derrida which différancehe uses in opposition to logocentrism (q.v.). It is intentionally ambiguous (and virtually untranslatable) and derives from the French différer, meaning'to defer, postpone, delay' and also 'to differ, be different from'.2)

اس طرح مابعد جدیدیت (دریدا کے رد تشکیلی تصور) نے کم از کم یہ مسئلہ حل کیا کہ اس نے متن کی عقلی، جبری اور واحد تفہیم کو ختم کر کے اس کی لسانی آزادی بحال کر دی۔ تاہم، مابعد جدیدیت نے اخلاقی خلا (Normative Vacuum) پیدا کر دیا، کیونکہ جب ہر سچائی ختم ہو گئی تو اخلاقی یا سماجی فیصلے کی بنیاد بھی باقی نہ رہی۔ ڈاکٹر اقبال آفاقی رقمطراز ہیں:

> "لیوتار بحث کا نقطہ آغاز مہابیانیہ کی موت سے کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے میں مابعد جدیدیت کو مہابیانیہ کے بارے بے یقینی کا نام دیتا ہوں۔ مہابیانیہ سے مراد وہ مفروضہ سچائی ہے جس کو کوئی بھی تہذیبی اکائی ناقابل تردید اور آفاقی حقیقت سمجھ کر نا قابل تردید عقیدے کا درجہ دے دیتی ہے اور پھر اس پر لڑنے مرنے کے لیے تیار ہو جاتی ہے۔ اپنے اس عقیدے کو جب بھی خطرے میں دیکھتی ہے تو جنگ و جدال پر اتر آتی ہے۔ تمام توسیع پسند اپنے اپنے عقائد کو حتمی جان کر دنیا بھر میں اقتدار کے پرچم لہرانے کے خواب دیکھتے ہیں۔ اس قسم کی مفروضہ سچائیاں بالعموم تہذیبوں کو معروضی جواز فراہم کرتی ہیں۔"(3)

آفاقی سچائیوں کے اس کُلی انکار نے جہاں عقائد کے تصادم اور نظریاتی جبر کا راستہ روکا، وہیں اس نے معاشرے کو کسی بھی متفقہ اخلاقی بنیاد سے محروم کر کے ایک خلا پیدا کر دیا، اور اسی نازک فکری موڑ پر، یورگن ہیبر ماس نے جدیدیت کی آلاتی عقلیت پسندی کو مسترد کرتے ہوئے، ابلاغی / مکالماتی عقلیت (Communicative Rationality) کا تصور پیش کیا، جس کا مقصد یہ تھا کہ عقلیت کا احیاء کیا جائے لیکن جبریت کے بغیر۔ ان کی تھیوری نے ایک طرف تو مابعد جدیدیت سے پیدا ہونے والے معنیاتی خلا کو یہ بنیاد فراہم کی کہ معنی مشترکہ لسانی عمل سے تشکیل

Gohar-e-Tahqeeq
HEC "Y" Category
ISSN E: 2957-9155/ ISSN P: 2958-0935
Vol. 05, Issue. 01, June 2026
Page. 75-93

پاتے ہیں، اور دوسری طرف اخلاقیات کو زندہ کرنے کی کوشش کی تاکہ سماجی عمل کو دوبارہ سچائی، درستی، اور اخلاص کے دعوؤں کی بنیاد پر استوار کیا جا سکے۔

> "The theory of communicative action... is meant to establish the fact that a concept of rationality is woven into the very structure of processes of reaching understanding. This concept is able to withstand the functionalistic reduction of reason to purposive-rationality."(4)

ہیبر ماس کا مقصد جدیدیت کی آلاتی عقلیت جو صرف مقصد کی تکمیل پر زور دیتی ہے کو مسترد کرنا اور اسے ابلاغی عقلیت (Communicative Rationality) سے بدلنا تھا۔ ان کے نزدیک، جب لوگ زبان کے ذریعے تفہیم حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، تو وہ خود بخود سچائی، درستی، اور سچائی پسندی کے جائز دعوؤں کو قبول کرتے ہیں، اور یہی عمل جبریت کے بغیر اخلاقیات اور سماجی ہم آہنگی کی نئی بنیاد فراہم کرتا ہے۔ یہ نقطہ مابعد جدیدیت کے معنیاتی خلا کو پر کرنے کی کلید ہے۔

یورگن ہیبر ماس کی ابلاغی / مکالماتی عمل کی تھیوری (Theory of Communicative Action) بیسویں صدی کی فلسفیانہ عمرانیات (Philosophical Sociology) میں ایک اہم اور نمایاں فکری کارنامہ ہے۔ ہیبر ماس نے اس تھیوری کو اپنی شاہکار تصنیف، جو دو جلدوں پر مشتمل ہے، Theorie des kommunikativenHandelns کے عنوان سے 1981ء میں جرمن زبان میں پیش کیا۔

ہیبر ماس نے یہ جامع نظریہ فرینکفرٹ اسکول کی تنقیدی تھیوری (Critical Theory) کی ایک ارتقائی شکل کے طور پر پیش کیا، جس کا بنیادی مقصد جدیدیت کے نظام میں غالب آنے والی آلاتی عقلیت (Instrumental Rationality) پر تنقید کرنا اور اس کی جگہ ابلاغی عقلیت (Communicative Rationality) کی ایک نئی بنیاد فراہم کرنا تھا۔ یہ تھیوری ان کی بنیادی طور پر دو جلدوں میں سامنے آئی: پہلی جلد : Reason and the Rationalization of Society (عقلیت اور سماج کی عقلیت پسندی) اس جلد میں ہیبر ماس نے سب سے پہلے عقلیت کی مختلف اقسام کا تاریخی جائزہ لیا، خاص طور پر میکس ویبر کی آلاتی عقلیت پر تنقید کی، اور ابلاغی عقلیت کے بنیادی فلسفیانہ تصورات کو قائم کیا۔ دوسری جلد : Lifeworld and System: A Critique of Functionalist Reason (حیات دنیا اور نظام: فنکشنلسٹ عقلیت پر ایک تنقید) اس جلد میں ہیبر ماس نے اپنی تھیوری کو سماجی نظام اور روزمرہ کی 'حیات دنیا (Lifeworld)' کے تناظر میں لاگو کرتے ہوئے وضاحت کی کہ کس طرح سماج کا نظام (System) حیات دنیا پر نوآبادیاتی قبضہ (Colonization) کر رہا ہے۔

Gohar-e-Tahqeeq
HEC "Y" Category
ISSN E: 2957-9155/ ISSN P: 2958-0935
Vol. 05, Issue. 01, June 2026
Page. 75-93

اس طرح، ہیبر ماس کا یہ کام 1981ء میں سامنے آیا جس نے نہ صرف ایک نیا سماجی نظریہ فراہم کیا بلکہ لسانی تفہیم (Linguistic Understanding) کی بنیاد پر اخلاقیات اور سیاسیات کو بھی از سرِ نو منظم کرنے کی کوشش کی، جو ہماری زیرِ نظر تحقیق میں ادبی متن کی تفہیم کے مسئلے کو حل کرنے کے لیے ایک ٹھوس سندی (Academic) بنیاد فراہم کرتا ہے۔

ہیبر ماس میکس ویبر کے تصور سے آلاتی عقلیت(Instrumental Rationality) یاZweckrationalität کو لیتے ہیں اور اس پر تنقید کرتے ہیں کہ جدیدیت نے عقلیت کو صرف مقاصد کے حصول اور وسائل کے کنٹرول تک محدود کر دیا ہے۔ وہ آلاتی عقلیت کو مسترد کرتے ہوئے ابلاغی / مکالماتی عقلیت(Communicative Rationality) کا تصور پیش کرتے ہیں۔ یہ وہ عقلیت ہے جو طاقت، جبر یا مقصد کی بجائے باہمی اتفاق(Mutual Understanding) پر مبنی ہے۔

> "The use of language oriented to reaching understanding (*Verständigung*) is the original mode of language use."(5)

ہیبر ماس کی ابلاغی عقلیت کا تصور آلاتی عقلیت کو مکمل طور پر رد کرتا ہے ابلاغی عقلیت کا تصور پیش کرنے کا مقصد یہ تھا کہ عقلیت کا احیاء کیا جائے لیکن جبریت کے بغیر۔ ہیبر ماس 'ابلاغی عقلیت' کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس میں 'غیر جبرانہ، اتحاد پیدا کرنے والی اور اتفاقِ رائے بنانے والی قوت 'موجود ہوتی ہے، جو مکالمے کے شرکاء کو ذاتی تعصبات سے نکال کر عقلی سمجھوتے کی طرف لاتی ہے ہیبر ماس رقمطراز ہیں:

> "This concept of communicative rationality carries with it connotations of a noncoercively unifying, consensus-building force of a discourse in which the participants overcome their at first subjectively biased views in favor of a rationally motivated agreement."(6)

اس اقتباس سے واضح ہوتا ہے کہ ہیبر ماس کے نزدیک عقل (Reason) کا کام کسی کو غلام بنانا نہیں، بلکہ مکالمے کی فضا قائم کرنا ہے۔ یہاں 'غیر جبرانہ قوت' سے مراد دراصل 'بہترین دلیل کی طاقت (The force of the better argument) ' ہے۔ جب دو افراد یا گروہ مکالمہ کرتے ہیں، تو وہ اپنی اپنی انفرادی سچائیوں پر اصرار کرنے کے بجائے اس بات پر تیار ہوتے ہیں کہ جو دلیل زیادہ وزنی اور منطقی ہو گی، اسے قبول کر لیا جائے گا۔ یوں جو سچائی بر آمد ہوتی ہے وہ کسی ایک کی تھوپی ہوئی نہیں ہوتی، بلکہ مشترکہ اتفاقِ رائے (Consensus) کا نتیجہ ہوتی ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں ہیبر ماس کا نظریہ ادبی تنقید میں تشکیلِ نو (Reconstruction) کی راہ ہموار کرتا ہے۔ اگر ہم متن (Text) کو ایک مکالمہ

Gohar-e-Tahqeeq
HEC "Y" Category
ISSN E: 2957-9155/ ISSN P: 2958-0935
Vol. 05, Issue. 01, June 2026
Page. 75-93

تصور کریں، تو قاری اور متن کے درمیان رشتہ 'حاکم اور محکوم' کا نہیں، بلکہ تفہیم کا بن جاتا ہے۔ متن کا معنی نہ تو مصنف کی حتمی ملکیت رہتا ہے (جیسا کہ جدیدیت میں تھا) اور نہ ہی یہ مکمل طور پر بے معنی اور التوا کا شکار ہوتا ہے (جیسا کہ ردِ تشکیل میں ہے)، بلکہ یہ قاری اور متن کے درمیان ایک بین الشخصی (Intersubjective) عمل کے ذریعے نئے سرے سے تشکیل پاتا ہے۔

تاہم، معنی کی اس 'تشکیلِ نو' اور بین الشخصی عمل کے درست سمت میں ہونے کی ضمانت کیا ہے؟ ہیبر ماس کے مطابق، یہ مکالمہ اسی صورت میں بامعنی اور معتبر ہو سکتا ہے جب یہ ہر قسم کے جبر، تعصب اور عدم مساوات سے پاک ہو۔ اس تناظر میں وہ 'مثالی مکالماتی صورتحال (Ideal Speech Situation) ' کا تصور پیش کرتا ہے، جو دراصل ایک ایسا معیار ہے جس پر رکھ کر ہم یہ جانچ سکتے ہیں کہ متن اور قاری کے درمیان ہونے والا مکالمہ حقیقی ہے یا مسخ شدہ۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ 'مثالی صورتحال' عملی طور پر کیا ہے اور اس کا ڈھانچہ کیسے تشکیل پاتا ہے؟ اسی تناظر میں یورگن ہیبر ماس نے آئیڈیل سپیچ سچوئیشن (Ideal Speech Situation - ISS) کو ایک نظریاتی ماڈل کے طور پر پیش کیا ہے، جو ابلاغی عقلیت (Communicative Rationality) کی حتمی بنیاد ہے۔ یہ کوئی حقیقت میں موجود صورتحال نہیں، بلکہ ایک مثالی شرط ہے جسے بحث میں شامل شرکاء غیر ارادی طور پر تسلیم کرتے ہیں جب وہ سچائی، درستی، اور اخلاص پر مبنی مشترکہ تفہیم تک پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اسکا بنیادی مقصد طاقت اور جبر سے پاک اتفاق رائے (Uncoerced Consensus) کو ممکن بنانا ہے،

> "A communication situation that is structured by the requirements of symmetry and reciprocity... we shall refer to as an ideal speech situation." (7)

اس نظریاتی ڈھانچے کو مزید واضح کرنے کے لیے ہیبر ماس ان تفصیلی اصولوں کی نشاندہی کرتے ہیں جو مکالمے میں توازن اور باہمی اشتراک کو یقینی بناتے ہیں۔ ہیبر ماس مثالی مکالماتی صورتحال کے قیام کے لیے مندرجہ ذیل کلیدی شرائط بیان کرتے ہیں:

توازن اور برابری کی شرائط (Symmetry Conditions): یہ شرط اس بات کو یقینی بناتی ہے کہ تمام شرکاء کو مکالمے میں مساوی حیثیت حاصل ہو اور کسی کی رائے پر اس کی سماجی طاقت اثر انداز نہ ہو۔ اس میں سب کو گفتگو شروع کرنے اور سوال اٹھانے کے 'مساوی مواقع' حاصل ہوتے ہیں۔

Gohar-e-Tahqeeq
HEC "Y" Category
ISSN E: 2957-9155/ ISSN P: 2958-0935
Vol. 05, Issue. 01, June 2026
Page. 75-93

جبر سے آزادی :(Freedom from Coercion) مکالمہ ہر قسم کے بیرونی واندرونی دباؤ سے پاک ہو، تاکہ کوئی شریک خوف یا دھمکی کی وجہ سے نہیں بلکہ دلیل کی بنیاد پر رائے قائم کرے۔

شرکت کی شرائط :(Participation Conditions) اس کا مقصد عقلی بحث (Rational Discourse) کی راہ ہموار کرنا ہے۔ اس کے تحت ہر شریک کو مکمل آزادی ہوتی ہے کہ وہ کسی بھی 'جوازیت کے دعوے (Validity Claim) 'کو چیلنج کر سکے یا اس کی تصدیق کر سکے۔

ان شرائط کی موجودگی اس امر کو یقینی بناتی ہے کہ مکالمے کا نتیجہ کسی بیرونی دباؤ، سماجی رتبے یا سیاسی طاقت کا مرہونِ منت نہ ہو، بلکہ صرف اور صرف 'بہترین دلیل (Better Argument) ' کی بنیاد پر اخذ کیا گیا ہو۔ جب شرکاء کو بولنے کی مکمل آزادی اور برابری میسر آتی ہے، تو وہ خوف اور مصلحت سے بالاتر ہو کر سچائی کی تلاش کرتے ہیں۔ یوں متن کی تفہیم کا عمل کسی ایک فرد کی اجارہ داری نہیں رہتا بلکہ ایک مشترکہ سماجی عمل بن جاتا ہے۔ تاہم، محض ماحول کا سازگار ہونا کافی نہیں، بلکہ دورانِ گفتگو جو بات (Utterance) کی جا رہی ہے، اس کا بھی منطقی اور اخلاقی طور پر درست ہونا ضروری ہے۔ چنانچہ اس مثالی صورتحال کے اندر کی جانے والی گفتگو کو جانچنے اور اس کے سچ کو پرکھنے کے لیے ہیبر ماس 'جوازیت کے دعووں (Validity Claims) 'کا ایک نظام وضع کرتے ہیں۔

> "The three claims to truth, rightness, and truthfulness are constitutive for the practice of communication."(8)

اس اقتباس کی روشنی میں دیکھا جائے تو ہیبر ماس ابلاغی عمل کو تین بنیادی جہتوں سے منسلک کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک کوئی بھی مکالمہ یا بیان (Utterance) خلا میں نہیں ہوتا، بلکہ اسے اپنی معتبریت ثابت کرنے کے لیے بیک وقت تین سطحوں پر پرکھا جاتا ہے۔ متکلم کا ہر جملہ درپردہ یہ تقاضا کر رہا ہوتا ہے کہ اسے سچ، درست اور مخلص مانا جائے۔ ہیبر ماس ان تقاضوں کو 'جوازیت کے دعوے (Validity Claims) 'کا نام دیتے ہیں، جو مکالمے کی کامیابی اور باہمی مفاہمت (Understanding) کے لیے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اگر ان میں سے کوئی ایک دعویٰ بھی مجروح ہو جائے، تو ابلاغ کا عمل ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جاتا ہے۔

سب سے پہلے، 'سچائی کا دعویٰ (Truth) 'اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ متکلم کا بیان معروضی دنیا (Objective World) کے حقائق سے مطابقت رکھتا ہو۔ ہیبر ماس کے نزدیک، جب کوئی شخص کوئی دعویٰ کرتا ہے، تو وہ دراصل یہ کہہ رہا ہوتا ہے کہ "جو میں کہہ رہا ہوں، وہ حقیقت

Gohar-e-Tahqeeq
HEC "Y" Category
ISSN E: 2957-9155/ ISSN P: 2958-0935
Vol. 05, Issue. 01, June 2026
Page. 75-93

میں موجود ہے۔" مکالمے میں یہ دعویٰ اس لیے ضروری ہے تا کہ سننے والے کو یقین ہو سکے کہ پیش کردہ معلومات محض وہم یا جھوٹ نہیں بلکہ قابلِ تصدیق حقیقت ہے۔ ادبی متن کے تناظر میں، اس کا مطلب شاعر یا ادیب کی وہ صلاحیت ہے جس کے ذریعے وہ اپنے عہد کے سماجی اور سیاسی حقائق کی عکاسی کرتا ہے۔ اگر متن حقائق سے متصادم ہوگا، تو قاری کے ساتھ عقلی مکالمہ ممکن نہیں رہے گا۔

دوسرا اہم پہلو 'درستگی کا دعویٰ (Rightness)' ہے، جس کا تعلق سماجی دنیا (Social World) اور مشترکہ اقدار سے ہے۔ یہاں سوال یہ نہیں ہوتا کہ "کیا یہ بات سچ ہے؟" بلکہ یہ ہوتا ہے کہ "کیا اس سیاق وسباق میں یہ بات کہنا اخلاقی اور سماجی طور پر جائز ہے؟" یہ دعویٰ اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ گفتگو کرنے والا ایک ایسے ضابطہ اخلاق اور اصولوں (Norms) کے تحت بات کر رہا ہے جسے دونوں فریق تسلیم کرتے ہیں۔ ادبی تنقید میں یہ دعویٰ اس وقت سامنے آتا ہے جب مصنف کسی سماجی ناانصافی کے خلاف آواز اٹھاتا ہے یا کوئی اخلاقی مؤقف اختیار کرتا ہے۔ اگر یہ مؤقف درستگی (Rightness) کے معیار پر پورا نہ اترے، تو وہ قاری کے لیے قابلِ قبول نہیں ہوتا۔

تیسرا اور آخری دعویٰ 'صداقت' یا 'اخلاص (Truthfulness)' کا ہے، جو براہِ راست متکلم کی داخلی دنیا (Subjective World) اور اس کی نیت سے جڑا ہے۔ یہ دعویٰ اس بات کی ضمانت دیتا ہے کہ بولنے والا منافقت یا ریاکاری سے پاک ہے اور وہی کہہ رہا ہے جو اس کے دل میں ہے۔ اگر متکلم اپنے ارادوں میں مخلص نہیں ہوگا، تو مکالمہ دھوکا دہی (Deception) میں بدل جائے گا۔ شاعری اور ادب میں اس کی اہمیت سب سے زیادہ ہے، کیونکہ قاری شاعر کے تجربے اور جذبات پر تبھی یقین کرتا ہے جب اسے محسوس ہو کہ شاعر کا لہجہ مخلصانہ ہے اور وہ اپنے باطنی کرب یا مسرت کا اظہار سچائی سے کر رہا ہے۔

جوازیت کے یہ دعوے (سچائی، درستگی، صداقت) ایک مثالی فضا میں تو مؤثر ہو سکتے ہیں، لیکن ہیبرماس اپنی کتاب کی دوسری جلد میں اس تلخ زمینی حقیقت کی نشاندہی کرتے ہیں جو اس ابلاغی عمل کی راہ میں حائل ہوتی ہے۔ وہ واضح کرتے ہیں کہ جدید معاشرہ دو متصادم حصوں میں بٹ چکا ہے: ایک طرف 'جہانِ زندگی / زندگی کی دنیا (Lifeworld)' ہے جو اقدار اور باہمی تفہیم کی دنیا ہے، اور دوسری طرف 'نظام (System)' ہے جو پیسے اور طاقت کی میکانکی منطق پر چلتا ہے۔ ادب کا اصل بحران تب پیدا ہوتا ہے جب یہ بے رحم 'نظام' اپنی حدود سے نکل کر 'زندگی کی دنیا' پر حملہ آور ہوتا ہے۔ اس عمل کو ہیبرماس 'زندگی کی دنیا کی نوآبادیات (Colonization of the Lifeworld)' کا نام دیتے ہیں، جو جدید انسان کا سب سے بڑا المیہ ہے۔

Gohar-e-Tahqeeq
HEC "Y" Category
ISSN E: 2957-9155/ ISSN P: 2958-0935
Vol. 05, Issue. 01, June 2026
Page. 75-93

ہیبر ماس زندگی کی دنیا کی وضاحت کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

> "The concept of the lifeworld, as I shall use it, refers to the stock of taken-for-granted background assumptions that are uncritically accepted by participants in processes of communication and that structure the ways in which they reach an understanding. It is a holistic concept that encompasses the society, the culture, and the personality."(9)

اس اقتباس کی تشریح سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ہیبر ماس کے نزدیک 'زندگی کی دنیا (Lifeworld) 'کوئی مادی جگہ نہیں، بلکہ وہ مشترکہ ذہنی اور سماجی افق (Horizon) ہے جس میں ہم سانس لیتے ہیں۔ 'مسلمہ پس منظر (Taken–for–granted background) ' سے مراد وہ روایات، زبان، اور عقائد ہیں جن پر ہم روزمرہ گفتگو میں سوال نہیں اٹھاتے بلکہ انہیں ایک طے شدہ حقیقت مان کر بات آگے بڑھاتے ہیں۔ ہیبر ماس جہانِ زیست کو تین ساختی اجزاء (Structural Components) ثقافت، سماج اور شخصیت کا مجموعہ قرار دیتے ہیں جو ابلاغی عمل کے ذریعے برقرار رہتے ہیں۔ ثقافت (Culture) وہ علم اور روایات جو ہمیں ورثے میں ملتی ہیں اور جن کی بدولت ہم دنیا کی تشریح کرتے ہیں۔ سماج (Society) وہ ادارے اور اصول جو لوگوں کو ایک دوسرے سے جوڑتے ہیں اور 'سماجی یکجہتی 'پیدا کرتے ہیں۔ شخصیت (Personality) وہ انفرادی شناخت اور صلاحیتیں جو ایک شخص تربیت کے ذریعے حاصل کرتا ہے تاکہ وہ ایک ذمہ دار فرد بن سکے۔

عام حالات میں زندگی کی دنیا زبان اور باہمی تفہیم کے ذریعے اپنا توازن برقرار رکھتا ہے۔ لیکن جدید سرمایہ دارانہ دور میں ایک دوسری قوت ابھر کر سامنے آئی ہے جسے ہیبر ماس 'نظام (System) 'کا نام دیتے ہیں۔ یہ نظام زندگی کی دنیا سے کٹ کر آزاد ہو چکا ہے اور اس کی منطق ابلاغ یا اخلاقیات نہیں، بلکہ 'پیسہ (Money) 'اور 'طاقت (Power) ' ہے۔ "ہیبر ماس لکھتے ہیں:

> "Media such as money and power... encode a purposive-rational attitude toward calculable amounts of value and make it possible to exert generalized, strategic influence on the decisions of other participants while bypassing processes of consensus-oriented communication." (10)

یہ اقتباس "نظام" کی اصل حقیقت کھولتا ہے۔ یہ مکالمے کا نہیں، بلکہ کنٹرول کا نظام ہے۔ جب یہ نظام (جو پیسے اور طاقت پر چلتا ہے) اپنی حدود میں رہتا ہے تو معاشرے کی مادی ترقی ہوتی ہے، لیکن مسئلہ تب پیدا ہوتا ہے جب یہ مکالمے کو "بائی پاس" کر کے انسانی رشتوں میں گھس آتا

Gohar-e-Tahqeeq
HEC "Y" Category
ISSN E: 2957-9155/ ISSN P: 2958-0935
Vol. 05, Issue. 01, June 2026
Page. 75-93

ہے۔ہیبر ماس کے مطابق جدیدیت کا المیہ یہ نہیں کہ 'نظام'(معیشت اور ریاست) زیادہ پیچیدہ ہو گیا ہے، بلکہ المیہ یہ ہے کہ یہ نظام اپنی حدود سے تجاوز کر گیا ہے۔ جب پیسے اور طاقت کی میکانکی منطق ان شعبوں میں گھس آتی ہے جو صرف باہمی گفتگو اور سمجھ بوجھ سے چلنے چاہئیں (جیسے خاندانی زندگی، تعلیم، فنونِ لطیفہ اور اخلاقیات)، تو سماجی تانے بانے بکھرنے لگتے ہیں۔

ہیبر ماس اس عمل کو بیان کرنے کے لیے ایک نہایت طاقتور استعارہ استعمال کرتے ہیں۔ وہ سسٹم کے اس حملے کو "نوآبادیات " (Colonization)سے تشبیہ دیتے ہیں۔

ہیبر ماس لکھتے ہیں:

> "The imperatives of autonomous subsystems make their way into the lifeworld from the outside—like colonial masters coming into a tribal society—and force a process of assimilation upon it." (11)

اس اقتباس میں ہیبر ماس نے جدید 'نظام' کو ایک "استعماری آقا (Colonial Master) "اور ہماری سماجی زندگی (جہانِ زیست) کو ایک "قبائلی معاشرے " سے تشبیہ دی ہے۔ جس طرح ایک استعماری طاقت کسی مقامی تہذیب پر حملہ کر کے اس کی زبان اور اقدار کو ختم کر کے اپنے قوانین تھوپتی ہے، بالکل اسی طرح جدید بیوروکریسی اور سرمایہ دارانہ نظام انسانی رشتوں پر حملہ آور ہو کر انہیں بے معنی بنا دیتا ہے۔اس نوآبادیاتی عمل کے نتیجے میں معاشرے میں "معنی کا بحران (Loss of Meaning) "اور "آزادی کا فقدان (Loss of Freedom) " پیدا ہوتا ہے۔ ادب اور شاعری دراصل اسی "نوآبادیاتی تسلط" کے خلاف جہانِ زیست کی مزاحمت کا نام ہے۔

یورگن ہیبر ماس کا نظریہ ابلاغی عمل محض سماجیات کا ایک خشک اصول نہیں، بلکہ یہ بیسویں صدی کے فلسفیانہ بحران کا ایک تخلیقی جواب ہے۔ اگر ہم اس نظریاتی بحث کو سمیٹنا چاہیں تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہیبر ماس کی فکر ماضی کی اصلاح، حال کی تشخیص اور مستقبل کی تعمیر کے تین ستونوں پر کھڑی ہے۔ ماضی کی اصلاح سے مراد جدیدیت کی آلاتی عقلیت کی اصلاح ہے۔ ہیبر ماس نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ فرینکفرٹ اسکول کے ابتدائی مفکرین (اڈورنو اور ہارکھیمر) کی "قنوطیت (Pessimism) "کو مسترد کیا۔ ماضی کے ان نظریات نے یہ مان لیا تھا کہ عقل (Reason)صرف جبر اور تباہی کا آلہ بن چکی ہے۔ دوسری طرف مابعد جدیدیت نے عقل کا سرے سے انکار کر کے معاشرے کو ایک "اخلاقی خلا (Normative Vacuum) "میں دھکیل دیا۔ ہیبر ماس نے ان دونوں انتہاؤں کے درمیان راستہ نکالا۔ انہوں نے ثابت کیا کہ عقل

Gohar-e-Tahqeeq
HEC "Y" Category
ISSN E: 2957-9155/ ISSN P: 2958-0935
Vol. 05, Issue. 01, June 2026
Page. 75-93

صرف "آلاتی (Instrumental) "نہیں ہوتی، بلکہ "مکالماتی (Communicative) "بھی ہوتی ہے۔ انہوں نے ماضی کے ردِ تشکیل (Deconstruction) کے ملبے سے معنی کی تشکیلِ نو (Reconstruction) کا راستہ دکھایا اور بتایا کہ زبان صرف طاقت کا کھیل نہیں، بلکہ مفاہمت کا ذریعہ بھی ہے۔

عہدِ حاضر کے لیے ہیبر ماس کا سب سے بڑا تحفہ ان کا "تشخیصی ماڈل "ہے۔ آج کا انسان جس بے چینی، بیگانگی اور تنہائی کا شکار ہے، ہیبر ماس اس کی جڑ تک پہنچتے ہیں۔ وہ ہمیں بتاتے ہیں کہ ہمارا مسئلہ یہ ہے کہ "نظام" (سرمایہ اور بیوروکریسی) ہماری "جہانِ زیست" (ثقافت اور رشتوں) پر قابض ہو چکا ہے۔ ادب کے طالب علم کے لیے یہ نظریہ حال کو سمجھنے کی ایک عینک فراہم کرتا ہے۔ یہ ہمیں بتاتا ہے کہ جب ایک شاعر یا ادیب مزاحمت کرتا ہے، تو وہ دراصل سسٹم کی اس یلغار کو روکنے کی کوشش کر رہا ہوتا ہے جو انسانی اقدار کو نگل رہی ہے۔

مستقبل کے حوالے سے ہیبر ماس ہمیں ایک "امید "دے کر جاتے ہیں۔ ان کا "مثالی مکالماتی صورتحال "کا تصور ہمیں بتاتا ہے کہ ایک ایسا سماج (اور ایسا متن) ممکن ہے جہاں "طاقت" کا راج نہ ہو بلکہ "بہترین دلیل" کی حکمرانی ہو۔ یہ تھیوری ہمیں مستقبل کے لیے ایک "معیار " (Standard) فراہم کرتی ہے۔ یہ محض تنقید نہیں کرتی، بلکہ یہ بتاتی ہے کہ "کیا ہونا چاہیے"۔ یہ ادبی تنقید کو یہ حوصلہ دیتی ہے کہ وہ صرف متن کی چیر پھاڑ نہ کرے، بلکہ متن کے ذریعے ایک بہتر، جمہوری اور انسانی مستقبل کے امکانات تلاش کرے۔

مختصر یہ کہ ہیبر ماس کا نظریہ ہمیں "جبر کے اندھیرے (System) "سے نکال کر "مکالمے کی روشنی (Lifeworld) "کی طرف لاتا ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں سے ہمارا عملی اطلاق شروع ہوتا ہے۔ اب ہم دیکھیں گے کہ اردو غزل اس نظریاتی کشمکش میں کہاں کھڑی ہے اور وہ کس طرح اس "نوآبادیاتی نظام" کے خلاف معنی کی تشکیلِ نو کرتے ہیں۔

نظریہ ابلاغی عمل کی اطلاقی صورتیں:

کسی بھی فکری نظام یا نظریے کی معنوی افادیت اس وقت تک مکمل نہیں ہوتی جب تک اسے عملی سطح پر پرکھا نہ جائے۔ نظریے کا اطلاق محض متن پر کسی بیرونی سانچے کو تھوپنے کا نام نہیں، بلکہ یہ ایک ایسا دوطرفہ عمل ہے جو بیک وقت نظریے کی آفاقیت اور متن کی گہرائی کو آشکار کرتا ہے۔ جب ہم ہیبر ماس کے " نظریہ ابلاغی عمل "کا اطلاق اردو غزل کے سرمائے پر کرتے ہیں، تو اس کا مقصد یہ دیکھنا ہوتا ہے کہ آیا وہ فلسفیانہ اصول جو مغرب میں وضع کیے گئے، ہماری تہذیبی اور ادبی اقدار کی تفہیم میں بھی معاون ثابت ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ یہ تجزیاتی مطالعہ دراصل

گوہر تحقیق
Gohar-e-Tahqeeq
HEC "Y" Category
ISSN E: 2957-9155/ ISSN P: 2958-0935
Vol. 05, Issue. 01, June 2026
Page. 75-93

'تھیوری' اور 'تخلیق' کے درمیان مکالمے کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس سے ہمیں یہ سمجھنے میں مدد ملتی ہے کہ شاعر کس طرح اپنے شعری وجدان کو محض ذاتی کتھارسس تک محدود نہیں رکھتا، بلکہ وہ اپنے اشعار کو ایک ذمہ دارانہ 'ابلاغی عمل (Communicative Act) 'میں ڈھال کر سماج کے مردہ ضمیر کو جھنجھوڑتا ہے اور رائج الوقت 'نظام' کے بیانیوں کو چیلنج کرتا ہے۔ ذیل میں ہم منتخب اشعار کا جائزہ اسی تناظر میں لیں گے تاکہ یہ واضح ہو سکے کہ شاعر کس طرح جبر کے ماحول میں بھی معنی کی تشکیلِ نو کا فریضہ سرانجام دیتا ہے۔

وہ بات سارے فسانے میں جس کا ذکر نہ تھا

وہ بات ان کو بہت ناگوار گزری ہے (12)

فیض احمد فیض،

فیض احمد فیض کے اس شعر سے معلوم ہوتا ہے کہ معنی کو جبر کے ساتھ کیسے قائم کیا جاتا ہے۔ ہیبرماس کے ابلاغی نظریے کے مطابق، ایک مثالی مکالمے میں کسی بات کا ردِ عمل اس کے "موجود مواد " کی بنیاد پر ہونا چاہیے۔ لیکن فیض یہاں ایک ایسی " مسخ شدہ ابلاغی صورتحال " دکھا رہے ہیں جہاں "فسانے) "بیانیے) میں جس بات کا" ذکر " سرے سے موجود ہی نہیں، طاقتور طبقہ اسے بھی اپنے خلاف سمجھتا ہے۔

ہیبرماس کہتے ہیں کہ مکالمہ "سچائی" اور "درستگی" کے دعووں پر چلتا ہے۔ یہاں شاعر دعویٰ کر رہا ہے کہ میرے متن میں وہ بات شامل ہی نہیں تھی۔ لیکن "ان کو"(یعنی سسٹم / حاکم کو) یہ بات ناگوار گزری۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ آمرانہ نظام میں " معنی " مصنف کے اختیار میں نہیں رہتا، بلکہ "طاقت " متن کو اپنی مرضی کے معنی پہناتی ہے۔

وہ بات سارے فسانے میں جس کا ذکر نہ تھا یہ مصرع بتاتا ہے کہ سسٹم صرف "الفاظ" سے نہیں ڈرتا، بلکہ وہ "خاموشی " اور "ناگفتہ (The Unsaid) " سے بھی خوفزدہ ہوتا ہے۔ یہ "نظام" کی وہ نفسیاتی بیماری ہے جہاں وہ ہر غیر سیاسی بات میں بھی سیاسی بغاوت سونگھ لیتا ہے۔ فیض نے یہاں دکھایا ہے کہ کس طرح سسٹم "جہانِ زیست" کی معصومیت کو بھی اپنی شک کی نگاہ سے دیکھ کر مجرم بنا دیتا ہے۔

عمر بھر سنگ زنی کرتے رہے اہلِ وطن

یہ الگ بات کہ دفنائیں گے اعزاز کے ساتھ (13)

Gohar-e-Tahqeeq
HEC "Y" Category
ISSN E: 2957-9155/ ISSN P: 2958-0935
Vol. 05, Issue. 01, June 2026
Page. 75-93

احمد ندیم قاسمی

احمد ندیم قاسمی کا یہ شعر ہمارے سماجی اور ریاستی نظام کی چالاکیوں کو ظاہر کرتا ہے۔ ہیبرماس کے نظریے کے مطابق، ایک صحت مند معاشرے میں ایک تخلیق کار (شاعر / دانشور) کی قدر اس کی زندگی میں اس کے "خیالات " کی بنیاد پر ہونی چاہیے (یعنی ابلاغی عقلیت)۔ لیکن یہاں معاملہ الٹ ہے۔

عمر بھر سنگ زنی کرتے رہے اہل وطن "" سنگ زنی" یہاں محض پتھر مارنا نہیں، بلکہ یہ اس "مکالمے کے انکار" کا استعارہ ہے جو سماج ایک زندہ اور سچ بولنے والے شاعر کے ساتھ کرتا ہے۔ جب تک شاعر زندہ ہے اور "سچائی کا دعویٰ (Claim to Truth) " کر رہا ہے، وہ سسٹم اور جمود زدہ معاشرے کے لیے خطرہ ہے۔ اس لیے اس کا جواب دلیل سے نہیں بلکہ "پتھر" (تشدد / مخالفت) سے دیا جاتا ہے۔ یہ "جبر (Coercion) " کی انتہا ہے جہاں ابلاغی عمل کو طاقت سے دبایا جاتا ہے۔

یہ الگ بات کہ دفنائیں گے اعزاز کے ساتھ "دوسرا مصرع اس " آلاتی عقلیت (Instrumental Rationality) " کا شاہکار ہے جس کے تحت سسٹم ایک باغی کو مرنے کے بعد ایک "ہیرو" بنا لیتا ہے۔ ہیبرماس کے تناظر میں، یہ عمل "اخلاص کے دعوے (Claim to Truthfulness) " کی نفی ہے۔ اہلِ وطن کا یہ اعزاز "حقیقی عزت" نہیں بلکہ ایک "سیاسی مصلحت" ہے۔ چونکہ ایک مردہ شاعر اب مزید سوال نہیں اٹھا سکتا اور نہ مزاحمت کر سکتا ہے، لہٰذا اسے "اعزاز" کے ساتھ دفنا کر سسٹم اسے اپنے حق میں استعمال کر لیتا ہے (Co-opt کر لیتا ہے)۔

قاسمی صاحب یہ بتاتے ہیں کہ ہمارا معاشرہ "شخصیت (Personality) " کو تو قبول کر لیتا ہے (موت کے بعد)، لیکن اس کے "بیانیے (Discourse) " کو قبول نہیں کرتا (زندگی میں)۔ یہ وہ بنیادی تضاد ہے جو ظاہر کرتا ہے کہ ہماری سماجی دنیا (Lifeworld) کس قدر کھوکھلی ہو چکی ہے۔

پیمبروں سے زمینیں وفا نہیں کرتیں

ہم ایسے کون خدا تھے کہ اپنے گھر رہتے (14)

Gohar-e-Tahqeq
HEC "Y" Category
ISSN E: 2957-9155/ ISSN P: 2958-0935
Vol. 05, Issue. 01, June 2026
Page. 75-93

افتخار عارف

افتخار عارف کے اس شعر میں ہم دیکھتے ہیں کہ کس طرح "سسٹم" (تاریخی اور سیاسی جبر) انسان کو اس کے "جہانِ زیست" (گھر / وطن) سے بے دخل کر دیتا ہے۔ ہیبر ماس کے نظریے کے مطابق، جب انسان کا اپنی زمین اور ماحول سے مکالمہ ٹوٹتا ہے تو "بیگانگی " پیدا ہوتی ہے۔ افتخار عارف اس بیگانگی کو محض ایک المیہ نہیں رہنے دیتے، بلکہ اسے ایک عظیم تر تاریخی اور مذہبی تناظر سے جوڑ کر اس کی "تشکیلِ نو " کرتے ہیں۔

شاعر نے "پیمبروں" کا حوالہ دے کر اپنے تجربے کو ایک "آفاقی سچائی (Universal Truth) " میں بدل دیا ہے۔ وہ یہ دلیل پیش کر رہے ہیں کہ جب "زمینیں" (معروضی دنیا) مقدس ہستیوں کی نہ ہو سکیں، تو عام انسان کا بے گھر ہونا فطری امر ہے۔ یہ جوازیت کا وہ دعویٰ ہے جو قاری کو اس بات پر قائل کرتا ہے کہ ہجرت شکست نہیں، بلکہ ایک سنت ہے۔

دوسرے مصرعے میں "ہم ایسے کون خدا تھے کہ اپنے گھر رہتے " ایک شدید طنزیہ اور وجودی سوال ہے۔ یہاں "گھر (Home) " محض چار دیواری نہیں، بلکہ وہ "لائف ورلڈ" ہے جہاں انسان کی شناخت قائم ہوتی ہے۔ شاعر یہاں یہ شعور اجاگر کر رہا ہے کہ اس ظالم "نظام" میں انسان کا کوئی مستقل ٹھکانہ نہیں۔ اس نے اپنی بے گھری کے کرب کو "خدا نہ ہونے" کے احساس کے ساتھ جوڑ کر ایک نئی منطق تخلیق کی ہے، جو جبر کے سامنے ہتھیار ڈالنا نہیں بلکہ جبر کی نوعیت کو سمجھنا ہے۔

اس شعر میں افتخار عارف نے ہجرت کے دکھ کو Deconstruct (رد تشکیل) کر کے اسے محض ایک سیاسی واقعہ نہیں رہنے دیا، بلکہ اسے پیغمبرانہ ورثے کا حصہ بنا کر Reconstruct (تشکیل نو) کر دیا ہے۔ یہ ابلاغی عمل کی وہ صورت ہے جہاں شاعر اپنے ذاتی دکھ کو اجتماعی اور تاریخی شعور کا حصہ بنا دیتا ہے۔

اب پھول ملیں تو سنگ سمجھو

اس شہر کی رُت بدل چکی ہے (15)

Gohar-e-Tahqeeq
HEC "Y" Category
ISSN E: 2957-9155/ ISSN P: 2958-0935
Vol. 05, Issue. 01, June 2026
Page. 75-93

محسن نقوی

محسن نقوی کے اس شعر میں ہم دیکھتے ہیں کہ جب ریاستی یا سماجی جبر (System) اپنی انتہا کو پہنچ جاتا ہے، تو وہ صرف انسانوں کو ہی نہیں کچلتا، بلکہ زبان اور "معنی کے نظام "کو بھی مسخ کر دیتا ہے۔ ہیبر ماس کے نزدیک ابلاغ کا دارومدار مشترکہ علامتوں پر ہوتا ہے (جیسے پھول محبت کی علامت ہے اور پتھر نفرت کی)۔ لیکن محسن نقوی یہاں ایک ایسے "معنوی انتشار "کی نشاندہی کرتے ہیں جہاں سسٹم نے جہانِ زیست کو اس قدر خوفزدہ کر دیا ہے کہ علامتوں کے معنی الٹ گئے ہیں۔

اب پھول ملیں تو سنگ سمجھو یہ مصرع ہیبر ماس کے "ابلاغی عمل کے ٹوٹنے "کی انتہا ہے۔ پھول جو کہ نرمی، محبت اور مکالمے کی علامت تھا، اب اسے "سنگ" (پتھر / ہتھیار) سمجھنے کی ہدایت دی جا رہی ہے۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ معاشرے میں "سچائی اور اخلاص کے دعوے (Claims to Truthfulness) "اپنی ساکھ کھو چکے ہیں۔ اب دینے والے کی نیت پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔ یہاں "پھول" کا "پتھر" بن جانا دراصل اس بات کا اشارہ ہے کہ ابلاغی فضا (Communicative Atmosphere) میں منافقت اور دھوکا دہی اس قدر سرایت کر چکی ہے کہ ہر خوبصورت شے کے پیچھے ایک خطرہ چھپا محسوس ہوتا ہے۔

اس شہر کی رُت بدل چکی ہے یہاں "شہر کی رُت" سے مراد موسم نہیں، بلکہ وہ "سماجی سیاق و سباق ہے جس میں لوگ زندگی گزارتے ہیں۔ ہیبر ماس کی زبان میں، یہ "جہانِ زیست کی مکمل نو آبادیات" ہے جہاں خوف اور شک نے باہمی اعتماد کی جگہ لے لی ہے۔ جب شہر کی رُت بدلتی ہے تو مکالمے کے اصول بھی بدل جاتے ہیں۔ شاعر یہاں یہ "تشکیلِ نو (Reconstruction) "کر رہا ہے کہ اب ہم پرانے رومانوی اصولوں کے تحت زندہ نہیں رہ سکتے؛ ہمیں نئی، تلخ اور سفاک حقیقتوں کا ادراک کرنا ہوگا جہاں "پھول" بھی جان لیوا ہو سکتا ہے۔

محسن نقوی کا یہ شعر مزاحمت کی ایک مختلف صورت ہے، جہاں شاعر نعرہ نہیں لگاتا بلکہ سماج کے اندر ہونے والی "نفسیاتی توڑ پھوڑ "کو بے نقاب کرتا ہے۔ وہ بتاتا ہے کہ جبر صرف جسموں کو قید نہیں کرتا، بلکہ وہ لفظوں اور رشتوں کے معانی بھی چھین لیتا ہے۔

بستیاں چاند ستاروں پہ بسانے والے

کرہِ ارض پہ بجھتے چلے جاتے ہیں چراغ (16)

Gohar-e-Tahqeeq
HEC "Y" Category
ISSN E: 2957-9155/ ISSN P: 2958-0935
Vol. 05, Issue. 01, June 2026
Page. 75-93

احمد فراز

احمد فراز کا یہ شعر ہیبر ماس کے "جدیدیت کے تضاد (Paradox of Modernity) "اور "آلاتی عقلیت (Instrumental Rationality) "کی اندھی دوڑ پر ایک بہت گہرا اور فلسفیانہ تبصرہ ہے۔

یہ شعر اس بات کی بہترین مثال ہے کہ کس طرح "سسٹم" کی ترقی "جہانِ زیست" کی تباہی کی قیمت پر ہو رہی ہے۔ اس کا تجزیہ درج ذیل ہے:

سائنسی ترقی بمقابلہ انسانی زوال اس شعر میں احمد فراز نے جدید تہذیب کے سب سے بڑے المیے کو بے نقاب کیا ہے۔ ہیبر ماس کے نظریے کے مطابق، جدید معاشرے میں 'آلاتی عقلیت' (سائنس، ٹیکنالوجی اور نظام کی کارکردگی) اتنی طاقتور ہو چکی ہے کہ اس نے فطرت کو تو تسخیر کر لیا ہے، لیکن انسان کو فراموش کر دیا ہے۔

بستیاں چاند ستاروں پہ بسانے والے "پہلا مصرع انسانی عقل کی اس معراج کا بیان ہے جسے ہیبر ماس "تکنیکی اور اسٹریٹجک ایکشن" کہتے ہیں۔ یہ "سسٹم" کی فتح ہے کہ انسان کائنات کو مسخر کر رہا ہے۔ یہاں عقل کا استعمال "مقصد کے حصول " کے لیے ہو رہا ہے۔

کرہِ ارض پہ بجھتے چلے جاتے ہیں چراغ "دوسرا مصرع اس "قیمت" کا بیان ہے جو انسانیت اس ترقی کے بدلے میں چکا رہی ہے۔ "چراغ کا بجھنا" دراصل "جہانِ زیست (Lifeworld) "کی ویرانی کی علامت ہے۔ ہیبر ماس کا کہنا ہے کہ جب تمام تر توجہ اور وسائل "سسٹم" (خلائی تسخیر / معاشی ترقی) پر مرکوز ہو جائیں، تو زمینی حقائق (غربت، بھوک، اخلاقیات) نظر انداز ہو جاتے ہیں۔

فراز یہاں یہ سوال اٹھا رہے ہیں (جو ہیبر ماس کا بھی سوال ہے) کہ ایسی ترقی کا کیا جواز (Validity) ہے جو ستاروں پر تو بستیاں بسا لے مگر زمین پر انسانوں کو بنیادی روشنی اور زندگی سے محروم کر دے؟ یہ شعر جدیدیت کے "اخلاقی خلا (Normative Vacuum) "کو ظاہر کرتا ہے جہاں تکنیکی ترقی تو ہے، مگر انسانی فلاح غائب ہے۔

نظر آتی نہیں ہے بولنے والی کی صورت

سنائی دے رہا ہے جو سنایا جا رہا ہے (17)

Gohar-e-Tahqeeq
HEC "Y" Category
ISSN E: 2957-9155/ ISSN P: 2958-0935
Vol. 05, Issue. 01, June 2026
Page. 75-93

دانیال طریر

دانیال طریر کا یہ شعر ہیبر ماس کے تصور "منظم ابلاغی بگاڑ (Systematically Distorted Communication) "کی جدید ترین شکل یعنی "پروپیگنڈا" اور "میڈیا کنٹرول" پر گہری چوٹ ہے۔ اس میں شاعر نے دکھایا ہے کہ کس طرح جدید "نظام (System) " نے بولنے والے اور سننے والے کے درمیان کا نامیاتی رشتہ ختم کر دیا ہے۔

نظــر آتی نہیں ہے بولنے والی کی صورت۔ ہیبر ماس کی "مثالی مکالماتی صورتحال" کے لیے ضروری ہے کہ متکلم سامنے ہو اور اس کی نیت واضح ہو (صداقت کا دعویٰ)۔ لیکن یہاں "بولنے والے کی صورت" نظر نہیں آرہی۔ یہ اس "غیر شخصی نظام (Impersonal System) " کی طرف اشارہ ہے جو پسِ پردہ رہ کر ڈوریاں ہلاتا ہے۔ چاہے وہ ریاستی اسٹیبلشمنٹ ہو یا کارپوریٹ میڈیا، اصل طاقتور چہرہ ہمیشہ چھپا رہتا ہے۔ جب بولنے والا نظر نہ آئے تو اس کے ساتھ مکالمہ ممکن نہیں رہتا، صرف اس کا حکم سنا جا سکتا ہے۔

ســنائی دے رہا ہے جو ســنایا جــا رہا ہے دوسرے مصرعے میں الفاظ کی ترتیب ("سنایا جا رہا ہے") غور طلب ہے۔ یہ سننے والے کی "مفعولی حیثیت (Passive Receptor) " کو ظاہر کرتا ہے۔ ہیبر ماس کے نزدیک انسان ایک فعال (Active) اور عقلی وجود ہے، لیکن سسٹم اسے محض ایک "آلۂ سماعت" بنا دیتا ہے۔ یہاں حقیقت (Reality) وہ نہیں جو موجود ہے، بلکہ حقیقت وہ ہے جو "تشکیل (Construct) "کر کے سنائی جا رہی ہے۔ یہ شعر بتاتا ہے کہ "جہانِ زیست" کے پاس اب اپنے کانوں پر بھی اختیار نہیں رہا؛ اسے وہی سننا پڑتا ہے جو "نظام" سنانا چاہتا ہے۔

ہیبر ماس کے 'نظریہ ابلاغی عمل' کے تناظر اس اطلاق نے نہ صرف متن کی تفہیم کو گہرائی عطا کی ہے بلکہ اردو غزل کی سماجی اور سیاسی معنویت کو بھی ایک نئے فکری پیراڈائم میں متعارف کروایا ہے۔ اس مطالعے سے حاصل ہونے والے کلیدی نکات درج ذیل ہیں:

اس تجزیے سے سب سے پہلا حاصل یہ ہوا کہ اردو غزل محض داخلی جذبات، گل و بلبل کے افسانوں یا روایتی جمالیات کا نام نہیں ہے، بلکہ یہ ایک فعال "ابلاغی عمل (Communicative Action) " ہے۔ ہم نے دیکھا کہ احمد فراز سے لے کر دانیال طریر تک، شعراء نے اپنے کلام کو "مکالمے" کے طور پر استعمال کیا۔ انہوں نے "نظام" کی یک طرفہ ٹریفک (مونولاگ) کو توڑنے کے لیے شعر کا سہارا لیا۔ ہیبر ماس کی تھیوری نے ثابت کیا کہ یہ شعری متن دراصل سماج کے مردہ ضمیر کے ساتھ ایک عقلی اور جذباتی مکالمہ ہے۔

Gohar-e-Tahqeeq
HEC "Y" Category
ISSN E: 2957-9155/ ISSN P: 2958-0935
Vol. 05, Issue. 01, June 2026
Page. 75-93

ہیبر ماس کے تکونی ماڈل (نظام، جہانِ زیست، شخصیت) نے ہمیں یہ سمجھنے میں مدد دی کہ ہمارے شعراء کا اصل دکھ کیا ہے۔ تجزیے سے واضح ہوا کہ اردو غزل کا مرکزی موضوع جدید دور میں "جہانِ زیست کی نوآبادیات (Colonization of Lifeworld) " ہے۔ چاہے وہ افتخار عارف کی "بے گھری" ہو، محسن نقوی کی "بدلی ہوئی رُت" ہو یا احمد ندیم قاسمی کی "سنگ زنی"، یہ سب دراصل اس "سسٹم" (ریاست / جبر) کے خلاف احتجاج ہے جس نے انسانی رشتوں اور اقدار کو نگل لیا ہے۔ ہیبر ماس کے نظریے نے اس شعری احتجاج کو ایک فلسفیانہ بنیاد فراہم کی۔

اس اطلاق سے متن کی تفہیم میں جو سب سے بڑی وضاحت آئی، وہ "سچائی، درستگی اور صداقت" کے معیارات کا تعین ہے۔ عام تنقید شاید صرف یہ کہتی کہ "شعر اچھا ہے"، لیکن ہیبر ماس کے اطلاق نے ہمیں یہ بتانے کے قابل بنایا کہ شعر "کیوں سچا ہے"۔ ہم نے دیکھا کہ فیض اور فراز نے کس طرح اپنے "ضمیر کی عدالت" اور "تاریخی سچائی" کو بنیاد بنا کر ریاستی بیانیے کو چیلنج کیا۔ اس تھیوری نے ہمیں وہ ٹولز (Tools) فراہم کیے جن سے ہم شعر کے اندر چھپی اخلاقی اور منطقی طاقت کو پرکھ سکیں۔ آخر میں، اس تجزیے کا سب سے اہم حاصل "تشکیلِ نو" ہے۔ مابعد جدیدیت نے متن کو جس بے معنویت اور تشکیک کے حوالے کر دیا تھا، ہیبر ماس کے توسط سے ہم نے اردو غزل میں معنی کو دوبارہ دریافت کیا ہے۔ تجزیے نے ثابت کیا کہ جبر، سنسر شپ اور "منظم ابلاغی بگاڑ" کے باوجود، شاعر اور قاری کے درمیان ایک "مثالی مکالماتی صورتحال Ideal " (Speech Situation) کا امکان ہمیشہ موجود رہتا ہے۔

مختصر یہ کہ ہیبر ماس کے نظریے کے اطلاق نے اردو غزل کو محض "ادب برائے ادب" کے خانے سے نکال کر "ادب برائے زندگی اور مزاحمت" کے منصب پر فائز کر دیا ہے۔ یہ مطالعہ ہمیں بتاتا ہے کہ جب تک "نظام" جبر کرتا رہے گا، "جہانِ زیست" شعر کی صورت میں اپنی بقا اور آزادی کا مقدمہ لڑتا رہے گا۔

حوالہ جات

1. Habermas, Jürgen. *The Theory of Communicative Action. Vol. 1: Reason and the Rationalization of Society.*Trans. Thomas McCarthy. Beacon Press, 1984, Habermas1: 17 page:286–302
2. J.A Cuddon, a dictionary of Literary Terms and Literary Theory, A John Wiley & sons,Ltd, publications, UK, 2007, p 204.
3. اقبال آفاقی ، ڈاکٹر ،مابعد جدید یت فلسفہ و تاریخ کے تناظر میں ،(مشال پبلشرز، رحیم سنٹر، پریس مارکیٹ امین پور بازار، فیصل آباد)، 2013، ص 189

Gohar-e-Tahqeeq
HEC "Y" Category
ISSN E: 2957-9155/ ISSN P: 2958-0935
Vol. 05, Issue. 01, June 2026
Page. 75-93

4. Habermas, Jürgen. *The Theory of Communicative Action. Vol. 1: Reason and the Rationalization of Society.* Translated by Thomas McCarthy, Beacon Press, 1984 page 397.
5. Habermas, Jürgen. *The Theory of Communicative Action. Vol. 1: Reason and the Rationalization of Society.* Translated by Thomas McCarthy, Beacon Press, 1984, page 307.
6. Habermas, Jürgen. *The Theory of Communicative Action: Reason and the Rationalization of Society*. Vol. 1, translated by Thomas McCarthy, Beacon Press, 1984, p. 10.
7. Habermas, Jürgen. *The Theory of Communicative Action. Volume 2: Lifeworld and System: A Critique of Functionalist Reason.*Translated by Thomas McCarthy, Beacon Press, 1987, p. 40-42.
8. Habermas, Jürgen. *The Theory of Communicative Action. Volume 2: Lifeworld and System: A Critique of Functionalist Reason.*Translated by Thomas McCarthy, Beacon Press, 1987, p (30-32)
9. Habermas, Jürgen. *The Theory of Communicative Action. Volume 2: Lifeworld and System: A Critique of Functionalist Reason.*Translated by Thomas McCarthy, Beacon Press, 1987, p. 124.
10. Habermas, Jürgen. *The Theory of Communicative Action: Lifeworld and System: A Critique of Functionalist Reason*. Vol. 2, translated by Thomas McCarthy, Beacon Press, 1987, p. 183.
11. Habermas, Jürgen. *The Theory of Communicative Action: Lifeworld and System: A Critique of Functionalist Reason*. Vol. 2, translated by Thomas McCarthy, Beacon Press, 1987, p. 355.
12. فیض احمد فیض، نسخہ ہائے وفا، (ایجو کیشنل پبلشنگ ہاوس دہلی، گلی عزیز الدین وکیل، کوچہ پنڈت، لال کنواں، دہلی6)، 1986، ص132۔
13. احمد ندیم قاسمی، دشتِ وفا، (کتاب نما، 170، انار کلی لاہور، مارچ1963)، ص267۔
14. افتخار عارف، کتاب دل و دنیا، (پاکستان پبلشنگ ہاوس، مکتبہ دانیال، وکٹوریہ چیمبرز2، عبد اللہ ہارون روڈ، کراچی)، 2012، ص309
15. محسن نقوی، برگِ صحرا، (ماورا پبلشرز، بہاولپور روڈ3، لاہور)، 1986، ص28۔
16. احمد فراز، کلیات احمد فراز، (ماورا پبلشرز، 3 بہاولپور روڈ، لاہور)، نومبر 1989، ص134۔
17. دانیال طریر، لایعنیت کا انکار، (ایجو کیشنل پبلشنگ ہاوس، نیو دہلی)، 2018، ص18۔